افواہ، حسد اور غیبت کی بیماری سے بچنے کے لئے اہل ربوہ کو خصوصاً اور جماعت کو بالعموم تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهٖ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۴﴾

(النساء: ۸۴)

اور فرمایا:

اس آیت کا جو سورۂ النساء کی ۸۴ویں آیت ہے، ترجمہ یہ ہے اور جب بھی ان کے پاس امن کی یا خوف کی کوئی بات پہنچے وہ اسے مشتہر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب ان تک کوئی بات پہنچی تو انہوں نے مشتہر کرنے کی بجائے خدا کے رسول یا اس کی طرف اس بات کو لوٹا دیا جو صاحب امر ہو۔ ایسی صورت میں جو صاحب علم لوگ ہیں وہ ان باتوں کا تجزیہ کرتے ہیں اور پھر ان سے استنباط کرتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ کیوں ایسی باتیں پھیلائی جا رہی ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے اور اگر خدا کا خاص فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم میں سے اکثر

لوگ شیطان کی پیروی کرنے لگ جاتے۔

دنیا میں جتنی بھی بیماریاں ہم دیکھتے ہیں یا نہیں دیکھتے، موجود پاتے ہیں یا نہیں موجود پاتے۔ بنیادی طور پر خواہ ہمارے علم میں ہوں یا نہ ہوں، ہر قسم کی بیماریوں کے بیج دنیا میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ کچھ جراثیم کی صورت میں کچھ دیگر اسباب اور محرکات کی صورت میں اور بیماری کے اسباب موجود ہونے کا نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ ہر وقت وہ بیماری ہر انسان کو لاحق ہو۔ جس فضا میں ہم سانس لے رہے ہوتے ہیں بسا اوقات اسی فضا میں کوڑھ کے جراثیم بھی ہوتے ہیں سِل کے جراثیم بھی ہوتے ہیں، نزلے زکام اور فلو کے جراثیم بھی ہوتے ہیں اور کئی قسم کے ایسی امراض کے بیج کے موجود ہوتے ہیں جن کے تصور سے بھی ہم خوف کھاتے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہو کہ وہ سانس جو ہم لے رہے ہیں ان میں کتنے جراثیم ہیں اور کس کس نوعیت کے ہیں تو خوف سے کمزور دل آدمیوں کی زندگی اجیرن ہو جائے، ہر سانس پہ ان کو دھڑکا لگ جائے۔ وہ پانی جو ہم پیتے ہیں اگر اس کے اندر موجود مختلف قسم کے جراثیم کا ہمیں علم ہو جائے تو ہر گھونٹ تشفی کی بجائے ایک خوف کی آگ لگا دے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اگر چہ خطرات کے مواقع ہر جگہ موجود ہیں اور ہر طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان سب بیماریوں کا شکار نہیں ہوتے۔ ہاں ہم میں سے جو کمزور ہیں وہ قلیل تعداد ان بیماریوں کا شکار ہو بھی جاتی ہے۔ جیسے دنیا میں یہ نقشہ ہے ویسا ہی روحانی اور مذہبی دنیا میں بھی ہمیں یہ نقشہ نظر آتا ہے۔ بیماری کے پھیلنے کے لئے محض جراثیم کا ہونا کافی نہیں ہے۔ جراثیم تو ہمیشہ موجود ہی رہتے ہیں اور بھی کئی ایسے عناصر ہیں جن کی ضرورت پڑتی ہے اور جب وہ سب اکٹھے ہو جائیں تو عام معمولی دکھائی دینے والی بیماریاں بھی نہایت خوفناک قسم کی وبائی صورتیں اختیار کر جاتی ہیں۔ پیچش سے لوگ مرنے لگتے ہیں، نزلوں سے لوگ مرنے لگتے ہیں، اسہال عام دنیا میں ہوتے رہتے ہیں لیکن جب یہ وبا کی شکل میں پھیلتی ہے بیماری تو نہایت ہی خوفناک صورتیں اختیار کر جاتی ہے۔

تو فضا کا ہونا بھی ضروری ہے۔ موسم گرمی اور سردی، خشکی اور تری یہ ساری چیزیں اس میں ایک کردار ادا کرتی ہیں۔ پھر ہر انسان کا اپنا ردعمل، اس کے اندر جو خدا تعالیٰ نے مخفی توانائی رکھی ہے اس کی کیفیت، اس کی اس وقت کی حالت کیا ہے جس وقت وہ بیماری پنپ رہی ہے۔ یہ سارے امور

مل کر بعض دفعہ بیماریوں کو اُبھار کر منظر عام پر لے آتے ہیں، بعض دفعہ ان کو دبا کر نظروں سے بالکل غائب کر دیتے ہیں لیکن بالعموم خدا کی یہ تقدیر کارفرما دکھائی دیتی ہے کہ اگر خدا کا فضل اور خدا کی رحمت شامل حال نہ ہوتے تو ہم میں سے اکثر ان مادی شیطانوں کا شکار ہو جاتے۔

پس روحانی دنیا میں بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ایسی ہی کیفیتیں ہوا کرتی ہیں اور جس طرح ان بیماریوں سے بچنے کے لئے دنیا کے اہل علم ان کی نشاندہی کرتے ہیں، خطرات سے پوری طرح متنبہ کرتے ہیں (Precautionary Measures) حفاظتی اقدامات جو پیش بندی کے طور پر کئے جاتے ہیں ان سے متعلق آپ کو بتاتے ہیں اور بہت سی ایسی بیماریوں سے انسان اس علم کی بناء پر بچ سکتا ہے کہ وہ بیماریاں کیا ہیں، کہاں کہاں پائی جاتی ہیں، کس طرح پھیلتی ہیں، اور ان کے دفاع کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

قرآن کریم ایک ایسی کامل روحانی امراض کی شفا کی کتاب ہے کہ جس نے صرف بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بعد شفا کے گُر نہیں سکھائے بلکہ بیماریوں میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کے متعلق ہر قسم کے احتمالات سے ہمیں متنبہ کر دیا اس تفصیل سے ہر روحانی مرض خواہ وہ انفرادی ہو یا قومی ہو اس کے اوپر روشنی ڈالی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ ایک بیماری ان بیماریوں میں سے ایسی ہے جو قوم کے Moral کو گرانے والی ہے، قوم کو مایوس کرنے والی ہے اور خطرات کے وقت یا شدید ابتلاؤں کے وقت اگر وہ کسی قوم کو لاحق ہو تو اس کی تقدیر کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ جتنی قومیں بھی بعض ایسی روحانی بیماریوں کا شکار ہو کر بازیاں ہار جایا کرتی ہیں۔

چنانچہ جیسا کہ ایک دفعہ پہلے بھی میں نے اس بات پر روشنی ڈالی تھی، جرمن قوم میں جنگ کے دنوں میں جو Fifth Column کا تصور پیش کیا وہ یہی تھا کہ سب سے زیادہ طاقتور حملہ کسی قوم کے Moral پر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ایسے ایجنٹ خفیہ ہر جگہ پھیلا دیئے جائیں جو دن رات صبح شام باتیں کر رہے ہوں ہر قسم کی اور ان میں ایسی باتیں بھی شامل ہوں جو بالارادہ قوم کے حوصلے کو گرانے والی ہوں، اپنے مقصد سے مایوس کرنے والی ہوں۔ ان لوگوں پر عدم اعتماد پیدا کرنے والی ہوں جو ان کے رہنما ہوتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں ان کے انتظامی امور ہوتے ہیں۔ اپنے افسروں سے بد دل کرنے والی، اپنے ماتحتوں سے بد دل کرنے والی غرضیکہ ایک باقاعدہ سازش کے نتیجے میں اور فکر کے نتیجے میں

ایک باقاعدہ پلان (Plan) بنائی جاتی تھی اور اس کے مطابق پھر ان افواہوں کو پھیلایا جاتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جبکہ بڑی تیزی کے ساتھ عرب سوسائٹی انتہائی شدید قسم کی روحانی بیماریوں سے نکل کر ایک عظیم الشان صحت مند دور میں داخل ہو رہی تھی اور بڑی تیزی کے ساتھ روحانی ترقی کر رہی تھی اس وقت بھی اس قسم کے منصوبہ بندی کے ساتھ کئے جانے والے حملے مسلمان سوسائٹی پر ہو رہے تھے۔ کچھ حملے تو وہ تھے جو تلوار اور تیر کے حملے تھے جو نظر آ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مدینہ میں ہر طرف افواہیں پھیلانے والے بھی موجود تھے، شرارت کرنے والے موجود تھے، حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے متعلق اعتماد اٹھانے والی باتیں کرنے والے موجود تھے، آپؐ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین پر حملہ کرنے والے موجود تھے۔ مومنوں کے متعلق عموماً بدزبانی کرنے والے اور ایسی باتیں پھیلانے والے موجود تھے جس سے خود مومنوں کی جماعت کا مومنوں کی جماعت کے متعلق اطمینان ختم ہو جائے اور اعتماد اٹھ جائے اور ان سب باتوں کو قرآن کریم نے محفوظ فرمایا ہے۔

تعجب ہوتا ہے اگر جو عام آدمی سرسری نظر سے دیکھنے والا ہو اس کو ضرور تعجب ہوتا ہے کہ کیا ضرورت تھی رسول اکرم ﷺ کے زمانے کے مومنوں اور مسلمانوں اور مدینہ میں رہنے والوں کے متعلق یہ نقشے کھینچنے کی؟ بعض نقشے ایسے خوفناک نظر آتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے اچھا اس زمانے میں بھی یہ باتیں ہوا کرتی تھیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ قرآن کی سچائی کے دلائل میں سے ایک عظیم دلیل ہے۔ سچائی کی کتاب ہے کسی چیز پر پردہ نہیں ڈالتی۔ ہر بات کو محفوظ کرتی ہے اور سچی اور حقیقی تاریخ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی میں بھی بیمار لوگ ہوتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی کو بیمار دکھانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اچھے لوگوں کو برا کہنے والے بھی ہوتے ہیں اور بروں میں اچھے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

ہر قسم کے پہلو جو ایک سوسائٹی میں جو ترقی کر رہی ہے صحت یا عدم صحت کے موجود ہیں وہ سارے قرآن کریم میں محفوظ فرما دیئے ہیں اور جو بیماریاں پھیلانے کا ذکر ہے ان میں ایک ایسی چیز ہے جس کو خاص طور پر میں نے آج کے لئے چنا ہے وہ یہی ہے کہ بعض لوگ سادگی سے عادتاً اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ جو بات سنی اسے آگے پہنچا دیا۔ چنانچہ یہاں جن لوگوں کا ذکر ہے اس آیت میں جس کہ میں نے تلاوت کی ہے یہاں شریروں کا ذکر نہیں ہے وہ دوسری آیت میں ہے جس

کا میں آگے ذکر کروں گا۔ فرمایا کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں ان کو خواہ امن کی بات پہنچے خواہ خوف کی بات پہنچے انہوں نے آگے بات کرنی کرنی ہے۔ اتنی عقل نہیں کہ خود پہچان سکیں کہ بات مناسب بھی ہے کہ نہیں اس کے اندر کوئی بدی کے پہلو تو مضمر نہیں ہیں، شرارت تو نہیں مخفی۔ یہ ساری باتیں دیکھنے کی وہ بیچارے اہلیت نہیں رکھتے لیکن خود شرارت نہیں کرنے والے ورنہ وہ صرف خوف کی باتیں پھیلاتے۔ ایسے لوگوں سے الزام اٹھانے کے لئے قرآن کریم نے عجیب اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ فرمایا ہے یہ لوگ ان کو تم متہم نہیں کر سکتے یہ بیچارے تو امن کی باتیں ہوں وہ بھی پھیلا دیتے ہیں، خوف کی باتیں ہوں وہ بھی پھیلا دیتے ہیں لیکن نصیحت فرمائی کہ تمہیں چاہئے کہ جب کوئی باتیں سنو تو ان لوگوں تک پہنچایا کرو جن کا ان امور میں انتظامی تعلق ہے جن کے سپرد خدا تعالیٰ نے معاملات کی باگ دوڑ رکھی ہے سپرد کی ہوئی ہے۔ وہ لوگ یا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ جب تک وہ ان میں موجود رہے پہلا حق ان کا تھا کہ ان تک یہ بات پہنچائی جائے۔ ان کو خدا نے فہم بخشا ہے، ان کو استطاعت عطا فرمائی ہے کہ وہ چھان بین کر سکیں اور پھر وہ بتائیں کہ اس بات کے پھیلانے میں کوئی عار تو نہیں، کوئی نقص کا خطرہ تو نہیں، کوئی شر کا پہلو تو نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ارادۃً شرارت اور بدی کی نیت سے باتیں پھیلاتے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے بڑی سخت تنبیہ فرمائی ہے فرمایا:۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦١﴾ (الاحزاب: ۶۱)

کہ اگر یہ منافق لوگ وہ لوگ جن کے دل بیمار ہیں ، وہ لوگ جو عادتاً مدینہ میں غلط خبریں پھیلانے والے ہیں اور نیت کے ساتھ شرارت کی خبریں پھیلاتے ہیں، وہ اس بات سے غافل نہ رہیں کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ تجھے ان کے اوپر مسلط فرما دے اور ان کے پیچھے لگا دے۔ پھر وہ اس حال کو پہنچ جائیں کہ بہت شاذ کے طور پر تیرے ارد گرد دکھائی دیں گے ورنہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر باہر جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

تو بعض دفعہ بعض لوگ عمداً شرارت پھیلانے والے بھی ہوتے ہیں۔ ان دونوں آیات کا

ایک گہرا تعلق ہے۔قرآن کریم ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ بے خیالی میں بغیر کسی بالا رادہ شرارت کے اگر تم باتیں کرتے ہوتے تو ذمہ داری سے مبرّا قرار نہیں دئے جا سکتے کیونکہ اسی سوسائٹی میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ارادۃً شرارت کے ساتھ بعض باتیں پھیلاتے ہیں۔تم ان کا ذریعہ بن جاتے ہو،ان کا میڈیم (Medium) ہو جاتے ہو۔تمہارے ذریعے باوجود اس کے کہ تم آغاز میں شر میں شامل نہیں تھے،تمہارے ذریعے وہ شر دوسروں میں پھیلتا ہے اور اس لحاظ سے تم الزام کے نیچے آ جاتے ہو۔اس لئے تمہیں اس عادت کو چھوڑنا پڑے گا۔یہ عادت مجرمانہ عادت ہے جو شر کو پھیلانے کا موجب بنتی ہے۔بعینہ اسی قسم کا تعلق ایک اور بیماری کا بھی بعض لوگوں سے ہے اور اس بیماری کا پھر اس سے بڑا گہرا تعلق ہے وہ ہے **غیبت کی بیماری**۔چنانچہ قرآن کریم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات: ۱۳)

اس میں فرمایا کہ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا تم میں سے بعض بعض دوسرے کی غیبت نہ کیا کریں۔کسی میں برائی دیکھتے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں کسی بے تعلق شخص سے اس برائی کا ذکر کریں۔

چنانچہ اس مضمون کو آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر مزید تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اس کی ایک ایسی مثال دی جس سے وہ تعلق کھل کر سامنے آ جاتا ہے جو ان دونوں آیات کے درمیان ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی تھیں۔فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا ہے اور وہ غیبت اس تک نہیں پہنچتی جس کی کی جارہی ہے۔کوئی شخص اس برائی کی بات اس تک پہنچاتا ہے جس کے متعلق کی جارہی ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے تیر مارا ہو کسی کی طرف اور اس کو لگا نہ ہو اس کے پاؤں کے نیچے قدموں میں آ کے گر گیا ہو کوئی شخص اس تیر کو اٹھائے اور اس کے سینے میں گھونپ دے کہ یہ تو تمہارے سینے کے اوپر چلایا گیا تھا پہنچا نہیں میرا تو کوئی قصور نہیں میں تو نیچے سے اٹھا کر

تمہارے سینے میں داخل کر رہا ہوں جو اصل مقصد تھا اس تیر کے چلانے کا۔

پس بعض لوگ تیر چلاتے ہیں بعض ان تیروں کو ان جگہوں تک پہنچاتے ہیں جہاں نہیں پہنچانا چاہئے۔ بعض شرارت کرتے ہیں، بعض شرارت کا آلہ کار ہو جاتے ہیں اور غیبت کا اس مضمون سے بھی بڑا تعلق ہے جو پہلی دو آیات میں بیان ہوا کیونکہ یہ جو بیماری ہے باتیں کرنے کی اس کا غیبت سے بڑا براہِ راست سے گہرا تعلق ہے۔

باتیں کرنے والے باتوں کا چسکا لیتے ہیں اور جن کو باتیں کرنے کا چسکا پڑے کہ افواہیں مشہور ہو رہی ہیں کہ جی وہاں تو یہ بات ہو رہی ہے وہاں یہ بات ہو رہی ہے، یہ یہ باتیں ہمیں پہنچی ہیں ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ اس کے کئی قسم کے محرکات ہیں ایک تو سب سے سادہ سب سے پہلا محرک تو یہ ہے کہ ہر شخص کو صاحبِ علم بننے کا شوق ہے۔ یہ ظاہر کرنے کا شوق ہے کہ مجھے اس سے زیادہ پتا ہے جو تمہیں پتا ہے یہ خبر کسی کو نہیں پتا مجھے پتا لگی ہے۔ اس لئے جو بھی نئی خبر کسی کو سوسائٹی میں سناتا ہے وہ اس بات کا لطف لے رہا ہوتا ہے کہ میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ چنانچہ اس قسم کے لوگ پھر آگے کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ باتیں کر کر کے مبالغے کی عادت پڑتی ہے کیونکہ خبر اگر سننے والوں کے دل میں کوئی تحریک پیدا نہ کرے، کوئی ارتعاش پیدا نہ کرے تو بعض دفعہ خبر سنانے والا شرمندہ ہو جاتا ہے۔ کوئی خبر سناتا ہے کہ اچھا اچھا یہی اتنی سی بات تھی کیا فرق پڑتا تھا پھر یہ کونسی کونسی سنانے والی بات ہے۔ تو جس کو عادت ہے اس قسم کا مزہ لینے کی وہ پھر اس میں مبالغہ شامل کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے نہیں نہیں یہ اس طرح ہوا تھا واقعہ اور اس معمولی سے چسکے کے نتیجے میں ایک اور برائی جنم لینے لگتی ہے اور پھر مبالغہ میں ایک دوسرے سے مقابلے شروع ہو جاتے ہیں ایسے ایسے عجیب مبالغے بن جاتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے ان خبروں کو سن کے مگر جن سوسائٹیوں کو ان گپّوں کی عادت پڑ جائے وہ پھر سننے والے بھی چسکے سے سن رہے ہوتے ہیں۔

چنانچہ بعض ہمارے علم میں ہیں ایسے لوگ بھی جو مشہور تھے گپّیں مارنے میں ان کی ساری عمر گزر گئی اس قسم کی گپّیں سنانے میں اور بعض لوگ جو ان کی مجلسوں کے عادی تھے وہ اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس بات میں ضائع کر بیٹھے کہ ان کی گپّیں سننے کے لئے ان کی مجالس میں جاتے تھے۔ پتا تھا گپّیں مارتے ہیں، پتا تھا جھوٹ ہے لیکن ایک جھوٹ سنانے کا عادی ایک جھوٹ سننے کا عادی بن گیا۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے اندر حسد کا مادہ پایا جاتا ہے وہ اس بیماری کا اکثر شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کو سوسائٹی میں کچھ لوگ اچھے دکھائی دے رہے ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے کئی قسم کی نعمتوں یا انتظامی برتری سے نوازا ہوتا ہے اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم تو ان چیزوں سے محروم ہیں وہ خود تو کچھ حاصل کر نہیں سکتے ان کی ٹانگ کھینچ کے ان کو نیچے گرا کر نسبتاً اپنے قریب لے آتے ہیں یعنی اس کا نفسیاتی پس منظر یہی ہے کہ فاصلے کم ہوں، اونچے اور نیچے کے درمیان جو فاصلے ہیں ان میں کچھ تھوڑی سی کمی آجائے تو ایک اچھے آدمی کے متعلق کہیں گے وہ تو بہت برا آدمی ہے۔ ایک نیک آدمی کے متعلق کہیں گے تمہیں نہیں پتہ یہ یہ برائیاں وہ کرتا ہے، ایک ایسا منتظم جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ عدل اور انصاف سے کام کرنے والا ہے اس کے متعلق کہیں گے تمہیں نہیں پتہ اس نے کتنی بڑی کار رکھی ہوئی ہے جماعت کی اور کیا ضرورت تھی اتنی بڑی کار کی، اتنا خرچ اس نے کیا، فرسٹ کلاس میں چلا گیا اس کو کیا ضرورت تھی فرسٹ کلاس میں جانے کی۔ غرضیکہ کوئی نہ کوئی ایسا عذر وہ تلاش کر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں جس شخص کی نیک شہرت ہے اس کی شہرت بدہو اور لوگ یہ محسوس کریں کہ یہ ہم جیسا ہی ہے ایک۔ کوئی خاص ایسا آدمی نہیں وہ جو سمجھا جاتا تھا کہ بڑا فرق ہے ہم میں اور اس میں ایسی بات کوئی نہیں ہے اور ساتھ پھر اس کے خبر کا چسکا بھی پڑ جاتا ہے، پھر انتقام کا جذبہ بھی پورا ہوتا ہے۔ جس شخص کو اپنے سے اچھا دیکھتے ہیں اس کو چوٹ لگا کر دل تھوڑی سی تسکین پاتا ہے اور ان کے اردگرد پھر وہ لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کو ایسے لوگوں سے کسی قسم کا کوئی انتظامی شکوہ ہو، کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچی ہو اور گروہ بننا شروع ہو جاتا ہے پھر ان کے اردگرد سادہ نوجوان جن کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا کیونکہ عادت پڑی ہوتی ہے مجلسوں میں بیٹھنے کی اور باتیں سننے کی اور صحیح تربیت نہیں ہوتی جو اسلامی تربیت ہے ان آیات میں جس کا بیان ہے۔ عدمِ تربیت کے نتیجے میں وہ اپنا کوئی قصور ہی نہیں سمجھ رہے ہوتے، وہ کہتے ہیں ہم تو بیٹھے ہیں یہ سنا رہے ہیں لیکن آہستہ آہستہ پھر دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے۔ تو یہ ساری بیماریاں جس جس طرح سے پنپتی ہیں؟ کہاں کہاں پرورش پاتی ہیں؟ کن حالات میں پرورش پاتی ہیں؟ قرآن کریم میں تفصیل سے بیان ہوئی ہیں اور صرف یہ تین آیات نہیں متعدد آیات ہیں جن میں اس بیماری کے ہر پہلو کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جن قوموں میں یہ بیماریاں آجائیں وہ ہلاکت کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ نہیں جانتیں کے دشمن مخفی طور پر ان پہ حملے کر رہا ہے اور ان حملوں کو کامیاب بنانے کے لئے خود ان کو ہی استعمال کر رہا ہے۔ خصوصاً جب خطرات کے وقت ہوں جب قوموں پر ابتلا آئے ہوں اس وقت دشمن اور زیادہ تیزی اختیار کرتا ہے اور اور زیادہ بیدار مغزی کے ساتھ مومن کو ان بیماریوں کے حملوں کے خلاف مستعد ہونا چاہئے اور ہر دفاعی کوشش کرنی چاہئے۔ وہ دفاعی کوششیں کیا ہیں؟ بالکل سادہ بظاہر معمولی معمولی نظر آنے والی چند باتیں ہیں جو ان سب بیماریوں کے خلاف عظیم الشان دفاع کی طاقت رکھتی ہیں۔

سب سے پہلے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا قرآن کریم نے واضح طور پر فرمایا کہ کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ ایک آدمی دوسرے کے خلاف بات نہ کرے اور اگر وہ غیبت کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی مکروہ دی فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا ہو۔ مومنوں کو فرمایا وہ اخوۃ ہیں: ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مردہ بھائی کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک تو وہ موجود نہیں ہوتا بیچارہ دوسرا ویسے بھی دفاع کی طاقت نہیں رکھتا۔ مردے کے اوپر آپ جتنے چاہیں حملے کریں وہ اپنا دفاع کر ہی نہیں سکتا۔ تو ایسا شخص جو غائب ہے، غائب ہونے کے لحاظ سے اس کی ایک مردے سے مشابہت پائی جاتی ہے اور جس کو پتا ہی نہیں کہ مجھ پر الزام کیا لگائے جا رہے ہیں اس بیچارے نے اپنا دفاع کیا کرنا ہے اور جو باتیں کرنے والے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا وہ چسکا ہوتا ہے ان کو، ان کے چسکے کے اظہار کے طور پر فرمایا مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو، چسکے تو پورے کر رہے ہو لیکن بڑے ہی بد بخت ہو۔ یہ گوشت تو نہیں ہے چسکے پورے کرنے کے لئے یہ تو نہایت ہی ذلیل اور مکروہ غذا ہے تمہارے لئے۔ کیسی کامل مثال دی ہے؟ فطرت کے جو پوشیدہ راز ہیں وہ اس میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

تو جو شخص ان باتوں کو سنتا ہے اور قبول کر لیتا ہے وہ بھی اس محفل میں شریک ہو جاتا ہے، وہ بھی اس دعوت میں سے حصہ پاتا ہے کیونکہ وہ بھی لذت حاصل کرتا ہے کچھ نہ کچھ اور ایسا ہی ہے جیسے کسی امیر آدمی کی دعوت میں کوئی غریب بھی پہنچ جائے اور کہے کہ آؤ، وہ کہتے ہیں نا! پنجابی میں صلح مارنا کہ آیئے آپ بیٹھیں تشریف لایئے وہ بھی ساتھ دو لقمے کھا لیتا ہے۔ تو غیبت کرنے والے کے ساتھ

شامل ہونے والا بھی شروع میں ویسے مجرم بنتا ہے اس کے ساتھ شریک ہو کر بعد میں پھر وہ خود عادی بنتا ہے اور دوسرا مرض جو عام انسانوں میں پایا جاتا ہے بات کو آگے پہنچانے والا اس کا ذکر فرما کے فرمایا کہ تم میں سے تو اکثر لوگ ایسے ہیں لاعلمی میں جو بات سنتے ہیں آگے کر دیتے ہیں۔

پس ایک طرف غیبت سنو گے اگر تم میں یہ عادت پائی گئی کہ بات آگے کرنی ہے تو تم وہ بات آگے کرنی شروع کر دو گے اور سوسائٹی میں ہر طرف یہ باتیں پھیل جائیں گی۔ پھر تیسرا درجہ وہ ہے کہ غیبت عام نفسیاتی بیماریوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک شریر انسان عمداً قوم کو تباہ کرنے کے لئے جھوٹی باتیں پھیلاتا ہے اور ایس سوسائٹی جو غیبت کے مرض میں مبتلا ہو اور غیبت کو برداشت کر چکی ہو، روزمرّہ کی زندگی کا حصہ بنا چکی ہو اور جس کے لوگوں میں یہ عادت پڑ گئی ہو کہ آگے بات پہنچاتے ہیں وہ بہترین شکار ہیں ایسے دشمنوں کا اس سے بہتر فضا ان کو نہیں مل سکتی۔ پس یہ وہ فضا ہے جہاں جراثیم پھر وبا کی صورت اختیار کر جاتے ہیں تیزی کے ساتھ لوگ بیمار ہونا شروع ہوتے ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ جماعت ان باتوں کے خلاف متنبہ ہو۔ سب سے اوّل ذمہ داری اہلِ ربوہ کی ہے کیونکہ آج دشمن کی شرارتوں کا سب سے بڑا نشانہ ربوہ بنا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اہلِ ربوہ میں اس قسم کی باتیں پھیلانے کے لئے آج ہی نہیں بلکہ جب سے ربوہ بنا ہے اس کے آغاز ہی سے بعض لوگ عمداً مقرر کئے جاتے ہیں۔ دشمن بعض لوگوں کو خریدتے ہیں ان کو مقرر کرتے ہیں کہ جھوٹی باتیں پھیلاؤ اور ہر قسم کے لغو خیالات ان کے اندر جاری کئے جاتے ہیں ہر قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں ان کے بڑوں پر کہ جن کو سننے کے بعد جن کو برداشت کرنے کے بعد پھر ان کے اندر کئی قسم کی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر ایک الزام ہے مثلاً ناانصافی کا، ظلم کا، بے حیائی کا جو ایسے انسان پر لگایا جا رہا ہے جس کی کوئی شخص عزت کرتا ہے یا کسی لحاظ سے اس سے بڑا ہے تو اس الزام کو برداشت کرنے کے نتیجے میں ان برائیوں کے علاوہ جو میں نے بیان کی ہے ایک اور برائی اس میں یہ پیدا ہو گی وہ یہ کہتا ہے اچھا جی! جب لوگ یہ کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ کریں، جب بڑے ایسے کرتے ہیں تو پھر ہمارا کیا ہے ہم تو عام انسان ہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس کے نتیجے میں اس سوسائٹی میں پھر اس قسم کے جواب ہر نصیحت کرنے والے کو ملنے لگ جاتے ہیں۔ آپ کسی سے کہیں کہ میاں! تم اخلاق سے بات کرو کہ جی جانے دو فلاں صاحب جو ہیں وہ تو اس طرح بات کرتے ہیں۔ اپنی

بچیوں کو پردہ کراؤ، کہ جانے دو جی فلاں ناظر ہے اور فلاں فلاں ہے اس کی بچیاں تو بے پرد پھرتی ہیں۔ یہ تو کچھ چیزیں جو سامنے نظر آنے والی ہیں کچھ چیزیں کثرت کے ساتھ ایسے جھوٹے الزام ہوتے ہیں جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوا کرتی اور چونکہ سوسائٹی اس مرض کا شکار ہو جاتی ہے اس میں دفاع کی طاقت نہیں رہتی ہر نصیحت کرنے والے کی نصیحت بے کار چلی جاتی ہے، ہر انسان کے اخلاق خطرے میں پڑ جاتے ہیں وہ دن بدن ان جھوٹی خبروں کی وجہ سے خود بھی زیادہ ذلیل ہوتا چلا جاتا ہے اور زیادہ نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔

آج کل جن حالات میں سے جماعت گزر رہی ہے ہم پر یقیناً بعض نہایت خبیث فطرت لوگ جاسوسوں کے طور پر، نمائندوں کے طور پر مسلط کئے جاتے ہیں، کچھ پکڑے جاتے کچھ نہیں پکڑے جاتے مگر قرآن کریم نے جن باتوں کی طرف ہمیں مطلع فرما دیا ہے کھول کھول کر ان باتوں پر عمل کریں تو خواہ آپ کو کوئی منافق نظر آئے یا نہ آئے، خواہ کوئی جاسوس ہو یا اتفاقاً بات کرنے والا ہو یہ بیماری آپ کی سوسائٹی میں پھیل ہی نہیں سکتی۔

چنانچہ اس کا سب سے اہم علاج یہ بتایا کہ جب تم کوئی بات سنتے ہو تمہارا حق نہیں ہے کہ اس بات کو آگے پہنچاؤ۔ تمہارا فرض ہے کہ جو لوگ ان باتوں پر نگران مقرر ہیں ان تک اس بات کو پہنچاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ جس کے متعلق بات کی جاتی ہے اس کو پہنچاؤ، اس کے متعلق تو خود آنحضرت ﷺ منع فرما چکے ہیں کیسی عظیم الشان بات ہے۔ فرمایا غیبت کو اس تک پہنچانے کا حق تمہارا نہیں ہے جس کو کہا جا رہا ہے ورنہ پھر اور قسم کے فساد پھیلنے شروع ہو جائیں گے۔ جن کا کام ہے اس قسم کے شریروں کو پکڑنے کا ان تک پہنچوان کو بتاؤ کہ یہ بات ہم نے سنی اور جس سے سن رہے ہو اس کو قرآن کریم کا یہ پیغام دو کہ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا تمہیں کیا حق ہے تم کسی کی بات ہم تک پہنچا رہے ہو، ہمارا تعلق کیا ہے اس بات سے؟

پس اگر یہ باتیں پھیلتی ہیں اور بعض امور کے متعلق مجھے اطلاع ہے کہ پھیلائے جا رہے ہیں تو ان کا پھیلنا بتا رہا ہے کہ سوسائٹی میں کوئی بیماری آ گئی ہے۔ جو دفاع کی قوتیں قرآن کریم نے عطا فرمائی ہیں وہ یا موجود نہیں ہیں یا کمزور ہو چکی ہیں۔ اگر ہر فرد سوسائٹی کا اپنے آپ کو اس بات کا پابند کر لے کہ بات کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو، بڑا ہو یا چھوٹا ہو عزیز ہو یا دشمن ہو قطع نظر اس کے کہ بات

کرنے والا کون ہے اگر ایسی بات کرے گا جس کا اس کے ساتھ تعلق نہیں، جس کا میرے ساتھ تعلق نہیں جو ایک خبر اور ایک افواہ پھیلانے والی بات ہے تو میں قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق اسے افسران متعلقہ تک ضرور پہنچاؤں گا۔ اگر ہر شخص یہ فیصلہ کرلے تو اس بیماری کے پھیلنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ جتنا مرضی کوئی خرچ کرے بعض منافقوں کو خریدنے پر جتنی چاہے افواہیں بنائے ہر قدم پر اس کے لئے روک بن جائے گی، ہر قدم پر ایک Resistance قائم ہو جائے گی اور وہ چیز آگے بڑھ ہی نہیں سکتی۔ جس طرح Non-Conductors ہوتے ہیں بعض مسالے، بعض مادے ان کے اندر بجلی یا گرمی سرایت نہیں کرسکتی، آگے بڑھ نہیں سکتی کیونکہ ان کا ہر ذرہ Resist کرتا ہے کہتا ہے نہیں ! مجھ سے آگے نہیں جاؤ گے تم سوائے اس کے کہ مجھے جلا دو۔ چنانچہ جو گرمی کے Non-Conductors ہیں ان کے اندر ایک غیر شعوری قربانی کا ایک عجیب دلچسپ منظر دکھائی دیتا ہے۔ ہر ذرہ جس کے اوپر گرمی حملہ کرتی ہے وہ آگے گویا سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ میں نے پچھلے ذرے تک اس کو نہیں پہنچنے دینا۔ ہاں میں جل جاؤں گا تو پھر تمہیں حق ہے کہ تم پچھلے تک پہنچ جاؤ اس سے پہلے میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔

تو وہ مومنوں کی سوسائٹی جس کو قرآن کریم نے باشعور طور پر افواہوں کے خلاف مستعد کر کے کھڑا کر دیا ہو اور ہر فرد کو پابند کر دیا ہو کہ جب تک تم تک بات پہنچے تو یہ فیصلہ کئے بغیر کہ یہ امن کی بات ہے یا خوف کی بات ہے، معصوم بات ہے یا شرارت والی بات ہے۔ ایسی بات جو افواہ کا رنگ رکھتی ہے تمہارا فرض ہے کہ تم متعلقہ افراد تک اس کو پہنچا دو اور تمہارا فرض ہے کہ ایک شخص کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی خاطر اس بات کو تحقیق سے قبل متعلقہ افراد کو پہنچائے بغیر اس شخص کو نہ پہنچاؤ جس کو تم متعلق سمجھ رہے یا جس کے متعلق بات کی جارہی ہے اور افسران متعلقہ کو پہنچاؤ۔ اگر یہ رسم شدت کے ساتھ قائم ہو جائے تو ایسی سوسائٹی بیماریوں کے پھیلنے سے بالکل بالا ہو جاتی ہے اور محفوظ ہو جاتی ہے۔

پس اہل ربوہ کو خصوصیت کے ساتھ اور دنیا کی تمام جماعتوں کے افراد کو بالعموم یہ نصیحت کرتا ہوں کہ یہ عادت بنالیں اپنی، اپنی ایسی عادت بنالیں جسے فطرتِ ثانیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ایسے حالات آتے رہتے ہیں آج آپ امن میں ہو سکتے ہیں مگر وہ جراثیم موجود ہیں جو آپ کو نظر نہیں آرہے۔ کل ہوسکتا ہے فضا بدل جائے۔ اگر آج آپ کی عادتیں بگڑی ہوں گی اور آپ کو عادت ہوگی باتیں سُن کر

آگے پہنچانے کی تو آپ جراثیم کے شکار کے لئے ایک موزوں زمین کے طور پر تیار بیٹھے ہیں، آپ پر حملہ ہوسکتا ہے۔اس واسطے سے آج نہیں تو کل ،کل نہیں تو پرسوں آج کی نسل پر نہیں تو اگلی نسل پر جب بھی خطرے کا وقت آئے گا آپ دفاع کے قابل نہیں رہیں گے۔اس لئے غیبت کے خلاف جو قرآن کریم نے عظیم الشان تعلیم دی ہے اسے معمولی نہ سمجھیں۔چوکس ہوکر اس کے خلاف ہمیشہ نگران رہیں اور اپنی نسلوں کو بھی نگران کریں۔

عجیب بات ہے کہ غیبت جہاں سے پھوٹتی ہے، جہاں زیادہ پلتی ہے یعنی عموماً مستورات میں ان کی غیبت عموماً قومی طور پر اتنی نقصان دہ نہیں ہوا کرتی کیونکہ ان کی غیبت کی سطح چھوٹی ہوتی ہے۔عموماً عورتوں کی باتیں عورتوں کے خلاف کسی کے لباس پر طعنہ، کسی کی ادائیں خراب بتائی جاتی ہیں، کسی کے کردار کے اوپر معمولی سا حملہ لیکن مردوں میں جب یہ بیماری پھیلتی ہے تو نہایت خطرناک شکل اختیار کر جاتی ہے۔ایک تو یہ کہ مردوں کو ویسے اپنے کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے زیب نہیں دیتی اور دوسرے وہاں قومی نقصان پہنچانے کا موجب بنتی ہے۔عورتوں میں آپ بہت کم سُنیں گے کہ انتظامی امور کے متعلق بحثیں ہو رہی ہوں کہ فلاں منتظم اعلیٰ یوں کرتا ہے اور فلاں یوں کرتا ہے ان بیچاریوں کی غیبتیں بھی چھوٹی چھوٹی کپڑوں کے متعلق ،نخروں کے متعلق اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق تھوڑا سا چسکا پورا کیا اور ایک مردہ بہن کا گوشت کھایا اور چھٹی کر لی لیکن جب مرد غیبت کرتے ہیں تو وہ پھر بڑی تباہی مچاتے ہیں وہ تو یوں لگتا ہے جیسے قبرستان اکھیڑ اکھیڑ کر کھائے جارہے ہیں اور پھر بھی بھوک بند نہیں ہوتی ان کی۔اس لئے بہت خطرناک بیماری ہے قرآن کریم نے بے وجہ اس پر زور نہیں دیا۔

آنحضرت ﷺ نے متعدد بار ،بارہا سوسائٹی کو غیبت سے پاک رکھنے کے لئے نصائح فرمائیں اور افواہیں پھیلانے والوں کو باز رکھنے کی تلقین فرمائی۔اگر ایسا نہیں کرو گے تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ تم پر پھر ایسے لوگوں کو مسلّط کرے گا، ایسے مومنوں کو مسلّط کرے گا جو پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے۔یعنی یہ نہ سمجھو کہ یہ کمزوری کی حالت اسی طرح رہے گی، یہ کمزوریاں اس میں بڑی عظیم الشان خوشخبری ہے۔فرمایا یہ جو غیبت پھیلانے والے اور غلط باتیں پھیلا کر مسلمانوں کے حوصلے کمزور کرنے والے نیچے گرانے والے لوگ ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں یہ غالب

آجائیں گے، یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں مسلمان اور زیادہ کمزور ہو جائیں گے اور کلیۃً مغلوب ہو جائیں گے۔ کیسی لطافت کے ساتھ ان لوگوں کی ناکامی اور مسلمانوں کے غلبے کی خوشخبری دے دی۔ فرمایا جو چاہتے ہو کر لو اس تقدیر کو تم نہیں بدل سکتے کہ بالآخر محمد مصطفی ﷺ اور اس کے ماننے والے مومنین کو خدا تعالیٰ غلبہ عطا فرمائے گا اور وہ ایسی طاقت پا جائیں گے کہ پھر تمہاری شرارتوں کی تمہیں سزا دے سکیں گے۔ آج کمزوری کی حالت میں دیکھ کر تم جو چاہے کرتے پھرتے ہو لیکن بے خوف ہو کر زندگی نہ گزارو یہ وقت بدلنے والے وقت ہیں۔

پس جماعت کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر جو منافقین ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے جماعت کو کمزور کرنا مقصود ہے ان کو میں قرآن کی زبان میں متنبہ کرتا ہوں کہ **تم لازماً ناکام ہو گے یہ ایک زندہ جماعت ہے خدا کے فضل کے ساتھ اس کی نگرانی کرنے والے خدا کے فضل سے زندہ ہیں، ان نگرانی کرنے والوں کا ایک خدا ہے جو ان پر ہمیشہ نگران ہے اور ان کی مدد کو ہمیشہ مستعد رہتا ہے۔ اس لئے تم ناکام رہو گے، تمہاری افواہیں ناکام رہیں گی اور وہ وقت آئے گا جبکہ تم ان شرارتوں کی سزا دئے جاؤ گے۔** اس لئے تم نے تو بہر حال ناکام رہنا ہے میرے اصل مخاطب تو وہ مومن ہیں جو کسی نہ کسی حد تک ان بیماریوں میں ملوث ہو جائیں گے یا ہو جاتے ہیں اور جن کے نتیجے میں جماعتِ مومنین کو دکھ ضرور پہنچتا ہے۔ غلبے کی آخری تقدیر تو نہیں بدل سکتی جیسا کہ بیان فرمایا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ پھر مومنوں کی سوسائٹی ضرور دکھ اٹھاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ پر جب الزام لگا اور کچھ بدبختوں نے اس کو پھیلا دیا تو کتنی شدید تکلیف پہنچی ہے مومنوں کی سوسائٹی کو۔ وہ نامراد اور ناکام ہوئے یہ درست ہے لیکن ایک مہینہ کتنی اذیت اٹھائی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے کتنا دکھ اٹھایا اور سارے صحابہؓ کی جو کیفیت تھی کرب کی اس کی تفصیل تو بیان نہیں ہوئی لیکن آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔

پس یہ خیال کر لینا کہ چونکہ غلبہ آخری ہمارا ہوگا اس لئے فرق نہیں پڑتا، ایک احمقانہ خیال ہے تکلیف ضرور پہنچتی ہے۔ کوئی آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ کوڑھ کا علاج نکل آیا ہے اس لئے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے بے شک کوڑھ ہو جائے میں نے آخر اچھے ہونا ہی ہونا ہے۔ کوئی کہے کہ جی! وہ زمانہ گزر گیا جب سِل کا علاج نہیں ہوا کرتا اب دو سال کی ٹکیاں کھانی ہے اور دو سال کے بعد میں ٹھیک ہو جاؤں گا

اس لئے بے شک ہوسِل مجھے۔ایسے آدمی کو پاگل کا بچہ تو کوئی کہہ سکتا ہے کوئی اس کو معقول درجہ تو نہیں دے سکتا۔اس لئے غلبے کی پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ دشمن ناکام ہوگا، مومن پر موت نہیں آسکتی لیکن تنبیہ یہ کی گئی ہے کہ تمہارے لئے دو رستے ہیں۔ایک صحت کا رستہ ہے توانائی کے ساتھ، مضبوطی کے ساتھ، چھلانگیں لگاتے ہوئے ترقی کی راہوں پر آگے بڑھو اور ایک رستہ ہے گھسٹ گھسٹ کے، گرتے پڑتے، کراہتے ہوئے مریضوں کی طرح تم اس منزل تک پہنچو جہاں تم نے بہر حال پہنچنا ہی پہنچنا ہے۔تو کون سا رستہ ہے جو تم اختیار کرو گے؟ ذلت کے ساتھ گھسٹے ہوئے تکلیفیں اٹھا کر اس منزل تک پہنچنا ہے جس طرح خدا تمہیں چاہتا ہے۔غازیوں کی طرح چھلانگیں لگاتے ہوئے ہمت و حوصلے کے ساتھ ہر قدم پر لطف اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچنا ہے۔

پس قرآن کی تعلیم کو توجہ سے سنا کریں اور اس پر عمل کیا کریں اور بھولا نہ کریں بات کو۔یہ بات ایک دفعہ ربوہ میں میں نے خطبہ میں کہی تو کچھ عرصے تک یہ رپورٹیں ملیں کہ بڑا فرق پڑ گیا ہے کچھ عورتوں کے خط آنے لگے کہ جی! اب تو ہم بھی بات کرتی ہیں تو خیال آتا ہے اوہو! یہ تو غیبت ہو رہی ہے پھر رکتی ہیں اور کچھ عرصے کے بعد پھر بھول گئیں۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:۱۰) کا یہی تو مطلب ہے کہ لوگ بھولنے والے ہیں مگر ان کو یاد کروانا ہے اور بہر حال کرواتے چلے جانا ہے لیکن یہ باتیں ایسی نہیں ہیں جن کو آپ جلدی بھول جائیں۔ان کا ہماری قومی زندگی اور قومی موت سے تعلق ہے۔

اس لئے یاد رکھیں اور ہر سننے والے کو میں سب سے زیادہ پابند کرتا ہوں۔اگر کوئی شخص سنتا ہے اور متعلقہ افسران کو یا مجھے براہ راست مطلع نہیں کرتا کہ آج میں نے ربوہ کی فلاں دکان پر بیٹھ کر یہ بات سنی ہے یا فلاں بازار میں چلتے ہوئے ایک شخص نے مجھے یہ قصہ سنایا یا فلاں دکان پر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور فلاں فلاں صاحب موجود تھے، کیا ان کا ردّ عمل تھا؟ اگر وہ مجھے نہیں پہنچاتا تو وہ پھر میری بات کا انکار کرنے والا ہے وہ قرآن کریم کی تعلیم کی حکمت کو نہیں سمجھتا۔متعلقہ لوگوں تک اگر یہ سارے لوگ سننے والے باتیں پہنچانی شروع کر دیں تو بیماری کا آناً فاناً قلع قمع ہو سکتا ہے۔حوصلے مر جاتے ہیں ان لوگوں کے جو ایسی باتیں پھیلاتے ہیں۔ایک آدمی بھی اگر جرأت سے صحیح حالات کی رپورٹ کر دے تو اسی سے ہی ان مریضوں کی حوصلہ شکنی ہو جاتی ہے جو آگے مرض پھیلانے والے مریض ہیں۔

تو اس لئے ہر احمدی جو سنتا ہے وہ اس بات کو یاد رکھے کہ وہ جوابدہ ہے اور مجھے جوابدہ کا مطلب ہے کہ بالآخر خدا کو جوابدہ ہے کیونکہ میری تو کوئی بھی حیثیت نہیں ہے جس میں میں آپ سے بات کر رہا ہوں سوائے اس کے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک منصب پر کھڑا کیا ہے۔ پس اس منصب کی رعایت سے میں بات کر رہا ہوں کہ آپ میں سے ہر شخص جوابدہ ہے اگر وہ باتیں سنے گا اور سن کر آگے پہنچانے کی عادت نہیں ڈالے گا تو پھر وہ اس بیماری میں آگے پھیلانے کے لئے ایک میڈیم (Medium) بن رہا ہے اور اس سزا سے وہ مبّرا نہیں ہو سکتا جو بیماروں کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایک صحت مند وجود کی طرح بیماریوں کے خلاف دفاع کرنے کی اہلیت پیدا کریں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہو گی جمعہ کے معاً بعد۔ ان میں سے ایک ہمارے ملک حبیب الرحمان صاحب مرحوم ہیں جو ربوہ میں ایک لمبے عرصے تک مختلف جماعتی خدمتوں پر مامور رہے اور خصوصاً مشکل حالات میں سکول کی انہوں نے بہت خدمت کی ہے کیونکہ انسپکٹر سکولز رہے تھے بڑے لمبا عرصہ اس لئے ان لوگوں سے تعارف تھا ان کا جو اس محکمے سے تعلق رکھنے والے ہیں کئی ان میں سے بڑے افسر تھے ان کے مزاجوں کو جانتے تھے کس طرح بات کرنی ہے تو شدید سختی کے اور شرارت کے دور میں بھی ان کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے میٹھا پھل دیا اور کئی قسم کی تکلیفوں سے ہمارے بچے بچ جاتے رہے۔ ویسے بھی خدمتیں اور بھی کئی کرنے کا موقع ملا۔ ہمارے ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب کے ماموں تھے اور ان کے ایک بھائی چوہدری عبدالرشید صاحب بھی ہماری انگلستان کی جماعت میں بہت معروف ہیں، اچھے خدمت کرنے والے ہیں۔

دوسرا جنازہ ہے والدہ صاحبہ مکرم جہانگیر محمد صاحب جوئیہ۔ یہ ہمارے خوشاب کے امیر ہیں جنہوں نے تمام امراء میں سب سے زیادہ کلمہ شہادہ کے لئے قربانیاں دی ہیں اور مشقتوں اور تکلیفوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ کر پھر آگے قدم بڑھا کر قربانیاں دی ہیں۔ ایک موقع پر میں نے ان کو لکھا بھی کہ آپ اب بیج (Badge) لگانا تو فرض نہیں ہے مگر جو لگاتے ہیں اس حق کی خاطر کہ ہاں ہمارا حق ہے فرض ہو یا نہ ہو وہ قربانی دے رہے ہیں ساری جماعت کے لئے اور اس کلمے کی عظمت کے لئے قربانی دے رہے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر فرد ضرور بیج لگا کے پھرے۔ آپ کے

سپرد جماعت کی ذمہ داریاں ہیں وہ جیل میں بیٹھ کر تو آپ پوری نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے آپ چھوڑ دیں اس بات کو اب اور میں کہہ رہا ہوں اس لئے آپ کو کوئی اس میں تردّد نہیں ہونا چاہئے جماعتی کاموں کی خاطر آپ کو امیر مقرر کیا گیا ہے، جماعت قربانیاں دے رہی ہے ضروری تو نہیں کہ ہر امیر بیج لگا کر پھرے۔ اس کا ان کے اوپر ایسا اثر پڑا کہ مجھے اطلاع آئی کہ ہر وقت جیل میں روتے رہتے ہیں کہ میں اب نہیں کر سکتا یہ قربانی، مجھے روک دیا گیا ہے۔ اس پر پھر میں نے ان کو لکھا پھر ٹھیک ہے جو چاہیں کریں، اللہ توفیق دے آپ کے نائب کو کہ وہ آپ کے کام سنبھال لے۔ ان کی والدہ کا اس قید کی حالت میں وفات پانا اور پھر ان خصوصی حالات میں جبکہ والدہ بیٹے سے نہیں مل سکتی تھی بیٹے کو یہ احساس کہ میں نہیں جا سکا کافی جذباتی لحاظ سے تکلیف دہ صورتحال ہے لیکن یہ خدا نے فضل کیا کہ عارضی طور پر ان کو دس دن کی Bail مل گئی اور یہ والدہ کے جنازے میں شامل ہو سکے۔

تیسرا جنازہ ہمارے ایک ماموں زاد بھائی سیّد نسیم احمد شاہ صاحب کا ہے جو سیّدہ مہر آپا جو ہماری والداؤں میں سے ایک والدہ ہیں ان کے چھوٹے بھائی کا ہے۔ کھیلوں میں ہوتا ہے نا! Best of three تو یہ تین بھائی ہیں ان سب کو ہمیشہ مذاق سے کہا کرتا تھا کہ تم میں سے نسیم Best of three ہے کیونکہ خدمت دین کے لحاظ سے، جماعتی تعلق کے لحاظ سے، منکسر مزاجی اور خدمت لوگوں کی کرنا، خدا تعالیٰ نے اس لحاظ سے ان میں بڑی خوبیاں رکھی تھیں۔ غیر معمولی خدا تعالیٰ نے اس شخص میں محبت اور خدمت کا جذبہ اور خوش اخلاقی عطا فرمائی تھی تو نو عمری میں سب سے پہلے انہیں کو خدا تعالیٰ نے بلانا تھا بہر حال جو بھی اس کا مقدر ہے۔ کینیڈا میں ان کی وفات ہوئی اور آج ہی جمعہ کے دن ربوہ میں ان کی تدفین ہونی تھی اور جنازہ ہونا تھا۔ مجھے پتا نہیں کس وقت وہاں ہونا ہے بہر حال پچھلے جمعہ ان کی وفات ہوئی ہے اور نعش آج صبح پہنچی ہے ربوہ اب تو وہاں دیر ہو چکی ہوگی۔

بہر حال ان تینوں کے علاوہ بھی کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوگی جن کا اعلان میں نے کرنے کے لئے کہا تھا (اعلان ہو چکا ہے) تو ان سب کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔